ارم سلیم
پی ایچ ڈی سکالر (اردو)۔
ڈاکٹر فرزانہ کوکب
ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان ۔
ڈاکٹر عذرا پروین
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان۔

الطاف فاطمہ کے ناولوں میں تخلیقی تنوعات

Irum Saleem
Scholar PhD (Urdu).
Dr. Farzana Kokab
Associate Professor, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan.
Dr. Azra Parveen
Associate Professor, Department of Urdu, The Women University, Multan.

Creative Variations in Altaf Fatima's Novels

Due to the diversity of her work, Altaf Fatima holds a significant position in Urdu literature. Her work represents the voice of her era and the true center of Urdu literature. Through her novels, she has displayed her uniqueness on a thematic and stylistic level. Altaf Fatima's initial novels are romantic, while the last novels have a tendency towards reality.

Key Words: *Novel, Urdu Prose, Altaf Fatima.*

اردو ناول انیسویں صدی کے آخری ربع کی پیداوار ہے جو داستان کی ہی تجدیدی شکل ہے۔ البتہ اس کے پلاٹ کا کینوس اور طرزِ نگارش داستان کی نسبت اچھوتا اور نرالا ہے۔ ابتدا میں اصلاحی معاشرہ طبقہ نسواں اور تربیتِ بالغاں اس کے موضوعات ٹھہرے پھر مختلف ادبی تحریکات اور مشرق و مغرب کے تنقیدی نظریات نے اس صنف کو موضوعات کا تنوع فراہم کیا۔ اس کے بعد اردو ناول خالص مقصدیت کی قید سے نکل کر حقیقت پسندی ،

نفسیات، اخلاقیات، سماجیات، سیاست اور تاریخ جیسے موضوعات کی فضا میں اڑان بھرنے لگا۔ اس سلسلے کی ہی ایک کڑی الطاف فاطمہ کے ناول ہیں۔

الطاف فاطمہ نے ناول نگاری کا باقاعدہ آغاز تعلیمی زندگی کے دوران ہی کر دیا تھا۔ الطاف فاطمہ کی پیش رو ناول نگاروں میں عصمت چغتائی اور قرۃ العین حیدر ہیں تو ہمعصر ناول نگار خواتین میں جیلانی بانو، واحدہ تبسم اور جمیلہ ہاشمی اہم ہیں۔ الطاف فاطمہ کا پہلا ناول "نشان محفل (۱۹۶۰ء) دوسرا ناول "دستک نہ دو (۱۹۶۶ء)"، تیسرا ناول" چلتا مسافر (۱۹۸۱ء)" چوتھا اور آخری مکمل ناول" خواب گر (۲۰۱۶ء)" ہے۔

الطاف فاطمہ کے ناولوں کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے تمام ناول متنوع موضوعات کے حامل ہیں۔ ان کا محبوب موضوع ہندوستان کے مسلمانوں کے اعلیٰ طبقے کی زندگی، تہذیب اور معاشرت ہے۔ ان کے ناولوں میں ایک خاص کلچر کا بیان ملتا ہے۔ تاہم اس کلچر کا ایک اہم رکن نچلا طبقہ یعنی مالی، چوکیدار خانساماں وغیرہ کی زندگی کا احوال بھی بڑی مہارت سے پیش کیا گیا ہے۔ الطاف فاطمہ کے ناولوں میں رسم و رواج، رشتہ داریاں، خاندانی مسائل، قدیم اقدار کا انحطاط بنیادی موضوعات ہیں۔

"نشان محفل "کا موضوع دو تہذیبوں (ہندوستانی مسلم تہذیب اور انگریزی تہذیب) کا تصادم ہے۔ "نشانِ محفل" کا مرکزی نسوانی کردار "روبینہ" ایک حقیقی کردار ہے۔ روبینہ قصے میں انگریزی تہذیب کی علامت ہے جب کہ اس کے مدّ مقابل اوّلاً نادر اور پھر ایبک مسلم تہذیب کے پروردہ کردار ہیں۔ گویا کہ یہ ناول ایک انگریزی عورت کا المیہ ہے مگر مصنفہ نے اسے ہمارے معاشرے سے منسلک کر دیا ہے۔

بلا شبہ ناول کا موضوع روبی کی کہانی ہے مگر ناول کے ضمنی موضوعات اسے حقیقی دنیا سے قریب تر کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ "نشان محفل" کا تعلق ایک مخصوص عہد کی فضا سے ہے۔ جسے الطاف فاطمہ نے ناول میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ الطاف فاطمہ کا ایک دلچسپ ناول ہے جس میں رومانی عنصر غالب رہتا ہے۔

الطاف فاطمہ نے اس ناول میں محبت کے جذبات اور اس کی محرومیوں کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس جذبے کی مضبوطی کو بھی سراہا ہے جو ایثار دوستی، احسان مندی اور اصول پرستی میں پروان چڑھتا ہے۔ الغرض" نشان محفل" کی ساری کہانی میں رومانیت پائی جاتی ہے اور حسن و عشق کی داستان قاری کو مسحور کئے رکھتی ہے۔

ڈاکٹر سہیل بخاری اس ناول کے حوالے سے لکھتے ہیں

> " بحثیت مجموعی یہ ناول ایک کامیاب رومانی المیہ ہے اور اس قدر دلچسپ ہے کہ ایک بار شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا اور نہ درمیان میں کہیں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔" (۱)

"دستک نہ دو" تقسیم ہند سے قبل ایک مسلم خاندان کی سماجی و تہذیبی زندگی کے گرد گھومتی ہوئی کہانی ہے۔ناول کے آغاز سے قبل ہی لاؤ تنزے کا ایک آفاقی اور صوفیانہ قول دیا گیا ہے۔

> "درویش دنیا میں امن اور شانتی سے رہتا ہے۔اس کے نزدیک دنیا کے تمام لوگ ایک ہی نگر کے باسی ہیں۔یعنی شہر دل کے رہنے والے، اور اس کے نزدیک وہ سب اس کی اپنی اولاد ہیں۔" (۲)

درویشانہ اور صوفیانہ انداز کے اس قول کا تعلق کسی ایک ملک یا قوم سے نہیں بلکہ پوری انسانیت سے ہے۔ اسی لیے اس ناول کا نمایاں موضوع" طبقاتی تقسیم "ہے۔ الطاف فاطمہ نے چھوٹے چھوٹے واقعات اور مکالموں کے ذریعے طبقاتی فرق کو نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ اس فرق کی وجہ سے انسانی معاملات اور تعلقات کو متاثر ہوتے بھی دکھایا ہے۔ دولت کے خواب دیکھنے والے مختلف سمجھوتے کرنے کے باوجود بھی ان کی تعبیر سے محروم رہتے ہیں۔اس خاندان کا تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر خالد اشرف کہتے ہیں:

> "یہ ناول ان اعلیٰ خاندانوں کے کھوکھلے پن اور دولت و نسب کی نمائش پر مبنی زندگی کو ظاہر کرتا ہے جو جذبات کی قیمت دولت اور خوشحالی سے لگاتے ہیں اور جب دولت اور شہرت کے باطن میں موجود غلاظت اور مکر و فریب اس طبقے پر آشکار ہوتے ہیں، تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے"۔(۳)

"چلتا مسافر" تقسیم کے پس منظر میں تخلیق ہونے والا ناول ہے۔اس ناول کا بنیادی موضوع "برصغیر کی تقسیم اور بہاریوں کی ہجرت" ہے۔اس ناول میں الطاف فاطمہ نے ایک بہاری خاندان پر گزرنے والی مشکلات کو ان کی نفسیاتی، جذباتی، معاشرتی، معاشی اور ذہنی مسائل کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ الطاف فاطمہ نے اس خاندان پر گزرنے والی مصیبتوں کو سلطان باہو کے ایک شعر سے واضح تر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ شعر ناول کے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

عنوان اور کہانی کے بنیادی موضوع کے ساتھ ساتھ اس کے کرداروں پر گزرنے والی آزمائشوں کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔

ع شالا کوئی مسافر نہ تھیوے ککھ جنہاں توں بھارے ہو

تاڑی مار اُڈا نہ باہو اساں آپے اُڈن ہارے ہو (۴)

الطاف فاطمہ نے بہاری خاندان کے ساتھ اپنی ہمدردی اور جذباتی وابستگی ظاہر کی ہے۔ بہاری یقیناً دو ہجرتوں سے گزرے۔ ہندوستان اور مشرقی پاکستان میں ان پر مظالم ہوئے۔ مغربی پاکستان میں بھی ان کو وہ اہمیت اور مقام نہ مل سکا جسے چھوڑ کر یہ ہندوستان سے آئے تھے جبکہ قیام پاکستان کے وقت پاکستان (مغربی پاکستان) آنے والوں نے بہت سے فوائد اور مراعات حاصل کیں تاہم الطاف فاطمہ نے ایک خاص سوچ اور کیفیت کے زیر اثر مزمل اور اس کے خاندان کی حالت کو کچھ زیادہ ہی قابل رحم ظاہر کیا ہے۔ دراصل مصنفہ نے یہ جتانے کی کوشش کی ہے کہ جن لوگوں نے ہجرت کی، قربانیاں دیں اور مسائل کا سامنا کیا ان کے لیے مغربی پاکستان میں کچھ نہ تھا:

> "پتا ہی نہیں چلتا کہ اس قوم کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا ہے، کسی کا بازو کٹ گیا ہے۔ یہاں پہنچ کر لگتا ہے کہ ہم جس تجربے اور واردات سے گزرے تھے وہ سب ایک وہم اور خیال تھا اور جو کچھ بھی جس کے ساتھ ہو گیا وہ تو ایک پریشان خواب ہے یا چند اخبارات کا اسٹنٹ ہے۔" (۵)

محمود الحسن اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "ذاتی طور پر اپنے ناولوں میں "چلتا مسافر" انہیں سب سے بڑھ کر پسند ہے۔ اس ناول کے لیے مصنفہ نے برصغیر کی سیاسی تاریخ کا ڈوب کر مطالعہ کیا تا کہ حالات و واقعات کا تناظر ٹھیک طریقے سے بیان کر سکیں۔" (۶)

"خواب گر" الطاف فاطمہ کا آخری ناول ہے۔ الطاف فاطمہ کے دیگر ناولوں کی طرح اس میں بھی مرکزی موضوع "ہجرت" ہے لیکن اس ہجرت کا تعلق "اسکردو بلتستان" کے قبائلی علاقہ "تبت خورد" کے ان غریب الوطن، تنگ دست اور مفلس بالتی مکینوں سے ہے جو رزق حلال کی تلاش میں میدانی علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔ البتہ اس ہجرت کی روداد برصغیر کی تقسیم سے قبل اور بعد از تقسیم کے عہد کی ہے۔ یہ تین پشتوں پر محیط سنہری

خوابوں اور انکی صبر آزما تعبیر کی کتھا ہے۔"خواب گر" پہاڑوں پر آباد سادہ اور پُر خلوص باسیوں کے طرز زندگی کی عکاسی کرتا ایک منفرد ناول ہے۔

زاہدہ حنا کالم "خوابوں کے تعاقب" میں رقمطراز ہیں:

> "اس ناول کے صفحوں پر ایک ہی سماج کے دو چہرے نظر آتے ہیں۔ ایک آسودہ حال اور جما جمایا فوجی خاندان ہے جہاں پر ہر چیز کی فراوانی ہے اور دوسرے وہ بلتستانی ہیں جو مفلسی اور ناداری سے مقابلہ نہایت وقار کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ دوسری جنگ عظیم کے سائے میں سانس لینے والی ساعتوں کا قصہ ہے۔ بہت پرانی بات نہیں۔ اس کے باوجود یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی اور صدی کا مکالمہ ہے۔ "خواب گر" کے صفحوں پر ایک ایسا سماج سانس لیتا ہے جس کی رگوں میں رواداری اور مروت لہو کی طرح دوڑتی تھی۔ اس سماج میں رہنے والے مسلمان، ہندو، کرسچن اور سکھ ایک دوسرے کے مذہب، مسلک، رسم و رواج اور تہذیب و ثقافت کا احترام کرتے تھے۔ اب ہمارے چاروں طرف چہروں پر انسانی مکھوٹے چڑھائے ہوئے بھیڑیئے گھومتے ہیں۔" (۷)

ناول کی پیشکش میں "کردار" بنیادی حیثیت رکھتے ہیں "نشانِ محفل" کے کردار چونکہ حقیقی ہیں اور الطاف فاطمہ نے انہیں بہت قریب سے دیکھا بھی ہے اس لیے مصنفہ نے ان کرداروں کو بے روح مجسموں کی طرح نہیں تراشا بلکہ زندہ اور متحرک کردار بنا کر پیش کیا ہے۔ انہوں نے ہر کردار کو سلیقے اور ہوشمندی سے تخلیق کیا ہے اور اپنے کرداروں کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے۔ ان کرداروں کی زندگی نہ صرف کسی نہ کسی فلسفیاتی نظریے کے گرد گھومتی ہے بلکہ ان کی کردار نگاری اس اعتبار سے بھی انفرادیت کی حامل ہے کہ اس میں کرداروں کے نفسیاتی حوالے بھی ابھرتے ہیں اور ان کی باطنی کیفیات سے بھی ہم آشنا ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں ڈاکٹر اے۔بی اشرف کہتے ہیں

> " نشانِ محفل" میں جو کردار پیش کئے گئے ہیں کافی جاذبیت رکھتے ہیں۔ تاہم ان کرداروں میں انفرادیت کا رنگ بھی ہے اور پڑھنے والے کے ذہن و دماغ پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت بھی"(۸)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

نشان محفل میں نمایاں اور مرکزی کرداروں میں روبینہ، نادر اور ایبک کے کردار ہیں۔ اس ناول کا سب سے نمایاں اور مرکزی کردار "روبینہ" کا ہے۔ اس ناول کی تمام تر کہانی اور واقعات اسی کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ ناول کا سب سے جاندار کردار ہے۔ وہ انگریز ہے، اور ہندوستان اور ہندوستانیوں کو اپنا غلام سمجھتی ہے۔

"نادر" ناول کا دوسرا اہم کردار ہے۔ وہ مشرقی ذہن، مشرقی نقوش اور مشرقی مزاج کا حامل لڑکا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ وہ مغربی فضاؤں کا تربیت یافتہ ہے مگر تحمل مزاجی، وقار، بردباری، اس کے مزاج کا خاصہ ہے۔ نادر کا کردار ایثار و قربانی، احسان مندی اور دوستی کا نمائندہ کردار ہے۔ مشرقی ہونے کے ناطے اسے اپنے وطن اور اپنے رشتوں سے بہت پیار ہے۔ خاندانی روایات اور رکھ رکھاؤ اس کے مزاج میں شامل ہیں جبکہ ایبک کا کردار ایسے نوجوان کا کردار ہے جو اپنے وطن اور گھر سے کم عمری میں ہی الگ ہو جاتا ہے۔ محبت اور رشتوں کی کمی کا احساس اسے تب ہوتا ہے جب وہ نادر اور اس کی بیوی کو ایک گھر میں پر سکون زندگی گزارتے دیکھتا ہے۔ نتیجے کے طور پر وہ اپنے استاد کی بیوی روبینہ میں دلچسپی لینے لگتا ہے لیکن اس کا ضمیر اسے بار بار ستاتا رہتا ہے۔ الطاف فاطمہ نے اس کردار کی ہنر مندی اور مہارت سے نفسیاتی تحلیل کی ہے اور اس کردار کے جذبات واحساسات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ اس ضمن میں ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> "ایک سوتا ہوا معصوم بچہ — ایک ہنستا ہوا بشاش کنبہ اور ایک بہت ہی شریف شخص اور اس کا اعتماد، کیا یہ سب باتیں میری راہ میں حائل نہیں ہیں؟ کیا میں اتنا ذلیل ہو سکتا ہوں کہ ان کے نشیمن میں آگ لگا دوں اور ان سارے مسکراتے ہوئے چہروں کی مسکراہٹیں چھین لوں؟"(۹)

"دستک نہ دو" کی کہانی ناول کے مرکزی کردار گیتی آرا کے گرد گھومتی ہے جو اپنے گھر میں ماں سے نظر انداز ہونے کے سبب چڑچڑی، ضدی اور بے باک بچی بن جاتی ہے۔ وہ ارجمند کی جڑواں بہن اور صولت سے چھوٹی ہے مگر دونوں کے مقابلے میں بد صورت ہے۔ اس کے نقوش چینیوں جیسے ہیں اور وہ اپنی محبت، بغاوت، اطاعت، غرض ہر کیفیت میں زندہ اور حقیقی نظر آتی ہے۔ الطاف فاطمہ نے اس کردار پر بہت محنت کی ہے اسی وجہ سے یہ کردار ایک ایسا اچھوتا اور زندگی سے بھرپور کردار ہے جو بھلایا نہیں جا سکتا۔ ڈاکٹر سید جاوید اختر گیتی آرا کے کردار کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

"گیتی آرا۔۔۔"دستک نہ دو" کا محوری کردار ہے جس کی تعمیر و تشکیل میں الطاف فاطمہ نے بے حد محنت اور احتیاط سے کام لیا ہے اور اس کی سیرت کے جن نقوش کو ابھارنے کی کاوش کی ہے اس میں وہ ہر طرح سے کامیاب ہیں۔"(۱۰)

ناول کا ایک اہم کردار صفدر یسین ہے جو چینی نژاد ہے۔اس کی پرورش اگرچہ چینی ماحول میں ہوئی ہے لیکن وہ مسلمان ہے۔ چینیوں کے کھانے پینے اور رہن سہن کے حوالے سے (مسلمانوں کے مقابلے) میں کافی تضاد ہے اس فرق کو عیاں کرنے کے لیے الطاف فاطمہ نے "دستک نہ دو" میں جگہ جگہ ایسے مکالمے ناول کا حصہ بنائے ہیں جن سے قاری کے ذہن میں اس کردار کی واضح تصویر بنتی ہے

"آج کیا کھا کر آئے ہو؟ مینڈک کہ چوہا؟

تم کھاتی ہو چوہا؟

میں کیوں کھاؤں اخ تھو! لاحولا ولا قوۃ

اخ تھو! وہ اس کی نقل کرتا۔لاحولاولا لقوۃ میں کیوں کھاؤں

کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟

بڑے آئے۔وہ اس کو ہمیشہ جھٹلاتی

خدا کی قسم۔ میں بڑے عالم کا بیٹا ہوں میرے اندر عرب خون ہے

چل جھوٹے! عرب خون ہے۔ وہ منہ چڑاتی۔

اچھا ہو گا، کلمہ سناؤ؟

وہ بڑے صحیح تلفظ سے کلمہ پڑھتا،

اچھا سورۂ رحمن سناؤ تو جانیں

وہ بڑی خوش الحانی سے سورۂ رحمن پڑھتا اور اپنی قرأت پر خود ہی جھوم اُٹھتا۔

مکار کہیں کہ یہ سب کہاں سے سیکھ رکھا ہے؟

پیکنگ میں مسلمانوں کے مدرسے اور کالج ہیں اور طالب علموں کو قرأت بھی سکھائی جاتی ہے۔"(۱۱)

"چلتا مسافر" ناول کا سب سے اہم اور مرکزی کردار "مزمل" ہے۔ یہ ایک بے فکر اور متمول شخص ہے۔

> "منجھلے بھیا تھے کہ جانو کسی نے سونے کی کان میں بیٹھ کر گھڑا ہو۔ ان کا پتلا نازک سا لمبا اونچا جسم، عجیب سی سوئی ہوئی آنکھیں اور ناک پر دھرا ہوا غصہ زرا مزاج کے خلاف بات ہوئی اور وہ تن بھن ہوئے نہیں۔" (۱۲)

مجموعی طور پر مزمل کا کردار ثابت قدمی اور خودداری کا عملی نمونہ ہے جو ہر طرح کے حالات میں زندگی گزارنا جانتا ہے۔ وہ زیادہ توقعات بھی قائم نہیں کرتا اور اسی لیے وہ کبھی مایوس بھی نہیں ہوتا۔ یہ ایسا مثالی کردار ہے جو نصیبیا کی محبت سے لے کر وطن کی محبت تک مسلسل امتحان اور ناکامی سے دوچار ہوتا ہے لیکن کبھی شکوہ نہیں کرتا۔

"نصیبیا" چلتا مسافر کا ایک اہم نسوانی کردار ہے۔ نصیبیا ایک معصوم، سادہ دل اور دکھوں کی ماری عورت ہے جس کے والدین کا بچپن میں ہی انتقال ہو جاتا ہے۔ نصیبیا سید صاحب کے گھر ہی پلتی بڑھتی ہے۔ نصیبیا کی شادی سید صاحب "نصیرو" سے کروا دیتے ہیں مگر کچھ عرصے بعد ہی نصیرو ہندو مسلم فسادات میں شہید ہو جاتا ہے اور نصیبا جوانی میں ہی بیوہ ہو کر واپس سید صاحب کے گھر آ جاتی ہے۔ الطاف فاطمہ نے نصیبا کے کردار کی سراپا نگاری کتنی مہارت سے کی ہے، ملاحظہ کیجئے۔

> "اس کے طباق سے کالے چہرے پر گھومتی موٹی موٹی بے قرار آنکھوں میں کاجل کی لہر تھی اور سرسوں کے تیل میں چپے ہوئے کالے بھونرالے بالوں کی کس کر گوندھی ہوئی چٹیا کمر پر لہرا رہی تھی۔ بغیر کور کی میلی دھوتی کے نچلے کناروں سے سیاہ آبنوسی پنڈلیوں کا سانچے میں ڈھلا ہوا گداز جھمک رہا تھا۔" (۱۳)

نصیبیا سارا دن اس گھرانے کی خدمت میں جُتی رہتی ہے۔ ان کے بیٹے مزمل کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرتی ہے اور یہی خدمت کا جذبہ جلد ہی محبت میں بدل جاتا ہے مگر وہ اپنے اور مزمل کے طبقاتی فرق سے بخوبی واقف ہے، اس لیے محبت کو دل میں ہی دبائے رکھتی ہے۔ الطاف فاطمہ نے اس کردار کی ایسی تشکیل کی ہے جو ہمیں زندگی کے سچے اور کھرے جذبے سے روشناس کرواتا ہے۔

یوں تو الطاف فاطمہ کے ناول "خواب گر" کے تمام کرداروں کے اہمیت مسلمہ ہے لیکن مرکزی کردار ابراہیم کی نوعیت ہی الگ ہے۔ فنی نقطہ نظر سے وہ ایک متحرک کردار ہے جو اپنے عہد، سماج، ماحول، قوم اور قبیلے کا

حقیقی نمائندہ ہے۔ وہ ایک معمولی انسان ہونے باوجود بھی ہمہ جہت شخصیت کا مالک ہے۔ علاوہ ازیں ایک ایسا محب وطن ہے جو محنت کش، فرض شناس، نیک، صفت با مقصد زندگی بسر کرنے اور سماجی و انفرادی مسائل کو انتہائی بر د باری اور صبر و تحمل سے سلجھانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ابراہیم ایک ایسا خواب گر ہے جو آئندہ نسلوں کی ترقی کے خواب دیکھتا ہے، اقتباس دیکھئے:

> ”ارے ابراہیم، تو خواب گر ہے۔ خوابوں کے بڑے اونچے اونچے محل تیار کرتا ہے۔
> ابراہیم ہنس کر کہتا ہے۔۔۔ہاں بھائی یہ جو کچھ ہمارے علاقے میں بن رہا ہے۔ وہ سب میری اپنی ہی جاگیر تو ہے۔ دیکھو یہ میری اپنی جائیداد ہے۔ میں نے بڑی محنت سے ان کو اپنے خوابوں میں بنایا ہے، بنا کر سجایا ہے۔“ (۱۴)

نسوانی کرداروں میں سکینہ، ام لیلیٰ اور شہلا مثبت جب کہ ماہ خاتون اور ماہ رو منفی کرداروں کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ سکینہ اور ام لیلیٰ، کہانی کے یہ دونوں نسوانی کردار انتہائی شفیق، بردبار، اور نرم دل رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ ناول میں یہ دونوں ہی کردار چھوٹے بچوں کی بہتر پرورش اور اعلیٰ تربیت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ شہلا ناول کا وہ واحد نسوانی کردار ہے جو کہانی کے اختتامی ابواب میں رونما ہوتا ہے۔ مصنفہ نے اس کردار کو محبت اور شفقت کی دو مثالی خصوصیات سے جوڑ کر ناول کا اختتام کیا ہے۔ بے سہارا اور کم عمر بچوں کو علم کی روشنی سے منور کرنے والا یہ کردار الطاف فاطمہ کی شخصیت کا پرتو ہے۔

> ”علی مردان شہلا کی اسی نئی واردات اور کیفیت سے بے خبر اپنے صاحب کی شوخیاں، ظرافت اور مہربانیاں بیان کر رہا تھا اور شہلا کے اندر ایک برکھا سی ہو رہی تھی۔ سارے وجود میں جیسے جھرنے سے پھوٹ رہے تھے۔ ایک عجیب سی تازگی، نومیدی کا فرحت بخش احساس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی برسوں کا بچھڑا ہوا اس کو کھوجتا ہوا آن ملا ہو۔ وہ بڑے حوصلے اور دقت سے اپنی آنکھوں کو نمناک ہونے سے بچائے ہوئے تھی۔“ (۱۵)

الطاف فاطمہ منظر نگاری میں کمال رکھتی ہیں۔ وہ ایک ساکت منظر میں بھی جان ڈال دیتی ہیں اور منظر ہماری آنکھوں کے سامنے اس طرح جلوہ گر ہو جاتا ہے جیسے ہم خود وہاں موجود ہوں۔ مثلاً یہ منظر ملاحظہ کیجئے جس میں مصنفہ نے ایک انگریز عورت کے گھر کا بڑی تفصیل سے نقشہ کھینچا ہے اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

> ”بڑا مکمل، پیارا اور مختصر گھر تھا۔ خوبصورت باورچی خانہ بالکل یورپین طرز پر سجا ہوا۔ اور بنگلہ کے پچھلے حصے میں مختصر صاف ستھرا مرغی خانہ، کتے کا ڈربہ اور سبزی ترکاریوں کی کیاریاں، ایک انگریز بیوی کے لیے بڑی مانوس فضا رکھتے تھے۔ ان سے کچھ فاصلہ پر چیری کے کھیت تھے، رہٹ تھا۔ دوپہر کے سناٹے میں رہٹ کی روں روں، چکی کے چلنے کی پھک پھک کرتی آواز، مرغیوں کی دبی دبی کڑ کڑاہٹ مل کر زندگی میں اور بھی زیادہ نرمی اور آسودگی کا احساس پیدا کرتے تھے۔“ (۱۶)

الطاف فاطمہ نے منظر نگاری کے فن سے اپنے ناول ”دستک نہ دو“ میں بخوبی کام لیا ہے۔ اس ناول کا آغاز ہی منظر نگاری سے ہوتا ہے۔

> ”سنہرے سنہرے سرکنڈوں کے سہارے لہلہاتے ہوئے سوئیٹ پی کے پودوں میں سفید، آسمانی، اودے اور گلابی پھول اپنے جوبن پر تھے۔ سرد اور دھندلی فضا میں ہر طرف بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ دل کی وضع کی کیاریوں میں نیلے اور بسنتی پھول منہ لٹکائے گہری سوچوں میں غرق نظر آرہے تھے۔ اندر سے باہر تک خاموشی تھی اور صرف چمنیوں سے بل کھاتا ہوا دھواں نظر آرہا تھا۔“ (۱۷)

منظر نگاری میں ماحول کا فطری اور حقیقی ہونا ضروری ہے۔ غیر ضروری اور غیر حقیقی منظر کشی ناول کی خامی شمار ہوتی ہے۔ ایک اور منظر ملاحظہ کیجئے،

> ”وہ کھڑکی کے قریب کھڑی باغ کے پچھلے حصے سے آتی ہوئی کوئل کی کو کو بڑے غور سے سن رہی تھی۔ ایک بار ایک جھونکے کے ساتھ جامن کا درخت جھوما اور اس کی جامنوں سے لدی ہوئی شاخیں زمین تک جھک آئیں گیتی کا دل کالی کالی جامنیں دیکھ کر بے اختیار ہو گیا۔“(۱۸)

ناول ”چلتا مسافر“ میں بنگال میں حالات خراب ہونے کے بعد فسادات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بات جنگ تک جا پہنچتی ہے اور بہاری خاندان کو دوسری ہجرت کرنا پڑتی ہے۔ خوف و ہراس ان کے دل و دماغ میں بیٹھ چکا ہوتا ہے۔ وہ جان بچانے کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور کسی ایسے مقام کی تلاش میں ہیں جہاں وہ امن کے ساتھ رہ سکیں اور اپنی باقی ماندہ زندگی کو آرام و سکون سے بسر کر سکیں۔ راستے میں طرح طرح کی مشکلات ان کے

رستے کی رکاوٹ ہیں موسمی حالات بھی ناساز گار ہیں۔ ایسے ہی حالات میں گھرے ہوئے مسافروں کی مشکلات کو الطاف فاطمہ نے بڑے دردمندانہ انداز میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔

"اور وہاں کھیتوں میں دھان کی فصلوں کی ہریالی صفوں کے درمیان، جنازے لا کر رکھے جا رہے تھے۔ سب سے آگے جو جنازہ تھا۔ اس کی سفید چادر خون سے تربتر تھی۔ دور کھڑی نصیبیا نے مدثر کے خونیں کفن کو بھری آنکھوں سے دیکھا۔ اس کو یوں لگ رہا تھا کہ بچپن میں دیکھا ہوا وہ بھیانک خواب ایک بار پھر نظروں میں جی اُٹھا تھا، لیکن یہ سپنا تو نہ تھا۔"(۱۹)

ناول "چلتا مسافر" میں ہندو مسلم فسادات ہوں، سفر کا احوال ہو، روحانی یا جذباتی کیفیت ہو، گاؤں، قصبے، یا شہر ہوں، جنگل ہو یا ویرانہ اس کی منظر کشی بڑی مہارت سے کی گئی ہے۔ ضروری تفصیلات و جزئیات کو بیان کیا گیا ہے۔ الطاف فاطمہ نے اپنے بیشتر تخلیقی کام کی طرح، سادہ زبان اور آسان انداز میں کہانی کا تسلسل اور روانی برقرار رکھی ہے۔ ان کی متوازن منظر نگاری اس ناول کا ایک اور مثبت پہلو ہے۔

ناول "خواب گر" میں پہاڑوں میں رہنے والی آبادی، اسکی بنیادی ضروریات سے محروم زندگی، ارد گرد قدرت کے سرسبز مناظر، اونچے اونچے درخت اور انکے پھل دیکھنے میں ایک خوش گوار تاثر ضرور رکھتے ہیں مگر پہاڑوں میں رہنے والوں کے مسائل اور زندگی بھی پہاڑ جیسی مشکلات رکھتی ہے۔ ان کے گھر بھی معمولی قسم کے ہیں۔ وہاں کے درختوں سے تیار کیا جانے والا فرنیچر، وہاں کے جانوروں کی اون سے بنائے گئے مختلف پہننے اور بچھانے کے کپڑوں سے متعلق الطاف فاطمہ کا بیان دیکھئے:

"سرخ اور سیاہ اونی دری کا فرش اور خود اپنے ہاتھ سے تیار کی ہوئی صنوبر کی لکڑی سے تیار کی ہوئی نیچی نیچی کرسیاں، بھاری بھاری تختوں سے جڑی ہوئی میز اور فرش کی سطح سے اونچے چبوترے پر بچھے ہوئے یاخ اور پہاڑی بکری کے بالوں سے بنے ہوئے چمڑا چڑھے نرم نرم گول کشن "(۲۰)

ناول میں ایک طرف بلتی لوگ ہیں تو دوسری طرف شہر میں امرا اور روسا ہیں ایک جانب ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے خواب دیکھنے والے ہیں تو دوسری جانب عالی شان محلوں میں رہنے والے بڑے صاحبان ہیں۔ ان بڑے صاحبوں کی رہائش گاہ اور اس کے آس پاس کا نقشہ الطاف فاطمہ یوں کھینچتی ہیں۔

"بائیں گوشیں میں جامن کے گھنے درخت کے علاوہ امرود اور شہتوت کے پیڑ بھی کھڑے تھے گیٹ پر بنگلے کے نمبر تین کا ہندسہ ایک بڑے سے گول سیاہ دائرے پر سرخ رنگ سے لکھا ہوا تھا، دوسرے پاکھے پر لکڑی کی تختی پر پیتل کے حروف سے میجر مسعود اللہ خان کا نام تھا۔" (۲۱)

مختصر یہ کہ الطاف فاطمہ نے اس ناول میں دو مختلف علاقوں اور دو مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کی زندگی کا احاطہ کیا ہے۔ دو مختلف مقامات کے مناظر اور وہاں کے ماحول کی عکاسی میں انہوں نے گہرے مشاہدے سے کام لیتے ہوئے دونوں کی جزئیات کا بخوبی خیال رکھا ہے۔ انہوں نے دیہی اور شہری زندگی کی منظر کشی میں محض جذباتی یا نظریاتی انداز میں نہیں لکھا بلکہ دونوں زندگیوں کا کھلی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے اور انہیں سادہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں قلم بند کیا ہے اور یہ ان کی جملہ تخلیقات کا اہم ترین وصف بھی ہے۔

دیگر فنی خصوصیات کے ساتھ ساتھ الطاف فاطمہ کے ناول "اسلوب" کے لحاظ سے بھی دلکش، سلیس اور سادہ ہیں۔ اپنے ناولوں میں انہوں نے کہیں بھی مشکل الفاظ کا سہارا لے کر بات کو الجھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ چھوٹے چھوٹے جملوں اور آسان و موزوں الفاظ کے ساتھ خیالات و جذبات کی بھرپور تصویریں کھینچی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"پیڑ کے سائے تلے ایک چپٹے سے سیاہ پتھر پر وہ ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔ ایک گہری سانس لی اور سوچنے لگا۔ تو تم میرے ساتھ اس لئے آئی تھیں، ٹھیک ہے۔ کسی کا گھر جلے اور کوئی تاپے۔ واہ میاں ایک شاگرد ہو تو تمہارے جیسا۔ کاش میں بھی تمہارے ہی جیسا ہوتا۔۔۔۔ ہمیں تو سکون اور سلامت روی نے مارا ہے۔ زہر ہم نہ پیئیں گے۔ دماغ کا توازن ہمارا برقرار رہے گا۔ بس ایک میٹھی میٹھی آنچ ہو گی کہ سوخت کرے گی اور تم ہو گے کہ بعد رنگ تمنا ہو گے۔ چلو تمہیں ہی مبارک ہو۔" (۲۲)

ایک اور چیز ان کے اسلوب کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے اپنے ناولوں میں ہر کردار کی عمر، طبقے اور مذہب کے مطابق زبان کا استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنفہ نے بعض جگہوں پر ہندی اور لکھنوی الفاظ بھی برتے ہیں جو بڑے اچھے لگتے ہیں اور اس کے علاوہ انگریزی الفاظ کا بھی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

الطاف فاطمہ نے کردار کی ضرورت کے تحت کسی بھی زبان کے استعمال میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی جس سے ان کے ناول کی دلا آویزی اور تاثیر میں اضافہ ہوا ہے۔

" ایک دم سے اسے کچھ خیال آیا اور وہ کھڑی ہو گئی۔ پیتل کے تھال میں اس نے چندن اور پرشاد سجایا۔ موتیے کے پھول توڑ کر تھال میں ڈالے۔ پچھلے کمرے میں جہاں اس نے ٹھاکر کی چھوٹی سی مورتی رکھ چھوڑی تھی، چلی گئی۔ اس نے تھال آگے رکھا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر دل ہی دل میں التجا کی۔ "ہے بھگوان! تو جانتا ہے میں اپنے لئے پرارتھنا نہیں کرتی۔ پر وہ جہاں ہو سکھی ہو اور نشچنت ہو۔ ہے بھگوان میرے خواب کو جھوٹا کر دے۔" (۲۳)

جب ہم الطاف فاطمہ کے ناول "دستک نہ دو" کا مطالعہ کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس ناول میں ادبی اور شاعرانہ انداز اختیار کیا ہے۔ درویش کی باتیں،، چینی فلسفیوں کے خیالات اور نظموں کے اقتباسات نہ صرف مصنفہ کے شعری ذوق کے عکاس ہیں بلکہ کرداروں سے بھی گہری مناسبت و مطابقت رکھتے ہیں۔ بسنتی، گنٹن، اشنان، چٹائیں، شیر دل، ٹسوے بہانا، طوفان اٹھنا، نوشتہ تقدیر، دل گرفتہ، شکستہ دل کی رنجوریاں، اور کلفتوں کا مواد جیسے الفاظ و تراکیب قاری کو بھلے اور دلچسپ معلوم ہوتے ہیں اور ان کے خوب صورت اور بر محل استعمال سے کوئی قاری داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ناول کے آغاز میں ہی الطاف فاطمہ نے لاؤتسزے کا قول دیا ہے جو اپنے صوفیانہ اور حکیمانہ انداز کے باعث متاثر کن محسوس ہوتی ہیں۔ صوفیہ کی دانش ان کے علم اور تجربے کا نچوڑ ہوتی ہے۔ ایسی حکمت بھری باتوں کو پیش نظر رکھ کر الطاف فاطمہ نے اپنے انداز تحریر اور اسلوب بیاں کی بنیاد استوار کی ہے۔ اس بابت اس ناول میں کچھ مواقع پر فلسفیانہ اندازِ تحریر بھی ملتا ہے۔

"جب سیدھی راہیں ناہموار نظر آنے لگتی ہیں۔ بلند ترین نیکیاں گناہ کا بہروپ بھر کر منظر عام پر آتی ہیں اور مقدس ترین معصومیت اور پوترتا کا پیرہن تار تار نظر آتا ہے۔ بلند کرداری، لفنگا پن اور آوارگی معلوم ہوتی ہے۔ ٹھوس لیاقتیں مضطرب موجوں کی طرح ناپائدار معلوم ہوتی ہیں۔

لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

سچی وسعتیں، بے کنار ہوتی ہیں۔

زبردست قوتیں، دیر سے بروئے کار آتی ہیں۔
عظیم ترین راگ کے سر دھیمے ہوتے ہیں اور بلند ترین
وجود کی شکل کا احاطہ ناممکن ہوتا ہے۔" (۲۴)

الطاف فاطمہ نے اپنے ناول "چلتا مسافر" میں زبان و بیان، الفاظ و تراکیب اور مختلف شعری مثالوں سے اسے دلچسپ اور دل نشیں بنا دیا ہے۔ مختلف علاقوں کے کرداروں کے زریعے انکی زبان اصل لب و لہجے میں ملتی ہے۔ بہار کے علاقے میں نعیم، نصیبیا اور دیگر کردار جب اپنی زبان میں اظہار خیال کرتے ہیں تو ان کے لہجے کی چاشنی پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔ پڑت، ہووے، آوت، ہووت، ناک سکوڑنا، نگوڑی، بتاون، جھکی اور کہت اجیسے الفاظ پڑھنے کے بعد قاری خود کو اسی ماحول میں چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے۔ (علاوہ ازیں ہندی، پنجابی، فارسی، اور سرائیکی الفاظ و اشعار کا بر محل استعمال بھی اس ناول میں ملتا ہے) دیدی، ماتاجی، رانڈ، دیارے، مہاراج، ابھاگن، بجدل، جیون، پریتم اور راجکماری جیسے ہندی الفاظ کو بڑی سادگی اور روانی کے ساتھ ناول میں برتا گیا ہے۔

"چلتا مسافر" میں الطاف فاطمہ نے مختلف مقامات پر کئی شعری حوالے بھی دیے ہیں۔ اکثر جگہ مکالموں کے درمیان میں بھی شعری حوالے موجود ہیں۔ یہ اشعار موقع محل کی مناسبت سے دیے گئے ہیں۔ ناول کی صورت حال سے گہری مطابقت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مصرعے، اشعار اور ابیات، مصنفہ کے شعر فہمی اور شعری ذوق کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ مثالیں ملاحظہ کیجئے:

وقت اڑتا ہی گیا گرد سفر کی صورت
شوق بڑھتا ہی گیا، دوریٔ منزل کی طرح (۲۵)

کج کلاہوں کا شہر ہے یہاں بندہ نواز
کون پہچانے گا مجھ خاک بسر کی صورت (۲۶)

اڈیاں مارن کرن بکھیڑے دردمنداں دیاں کھوری ہُو
باہو چل اُتھائیں وسیے جتھے دعویٰ نہ کسے ہوری ہُو (۲۷)

قرآن و حدیث کے ذکر سے ناول کے اوراق منور ہیں ان کا تذکرہ بھی مکمل پس منظر اور معنویت کا حامل ہے۔ مثال ملاحظہ کیجئے:

"ترجمہ: جب ہادی جائے گی زمین بڑے زور سے اور نکال باہر کرے گی وہ زمین اپنا بوجھ"

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

اندر ہی اندر وہ سمجھ رہی ہیں اور پڑھ رہی ہیں۔

ترجمہ: اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا؟[۲۸]

غرض یہ کہ الطاف فاطمہ کا ناول "چلتا مسافر" میں دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ اس کا اسلوب بھی خاصے کی چیز ہے۔ ادبی اور شعری اسلوب اپناتے ہوئے مصنفہ نے اقبال، غالب، اور سلطان باہو جیسے شعرا کے کلام سے تخلیقی انداز میں استفادہ کیا ہے جس سے ناول کی چاشنی میں اضافہ ہوا ہے۔

سادگی اور سلاست انکے اسلوب کا بنیادی وصف ہے. وہ اپنی تحریر یا کہانی کو ثقیل الفاظ و تراکیب سے بوجھل نہیں ہونے دیتیں، لیکن بعض اوقات ناول میں خیالات کی طوالت قاری کو اکتانے لگتی ہے، بہت سادگی، صداقت اور نفاست سے وہ اپنے تجربات، مشاہدات اور خیالات کو کہانی میں سمونے کا ملکہ رکھتی ہیں۔

ناول "چلتا مسافر" میں تشبیہات کا استعمال دلچسپ ہے تاہم پڑھنے کے دوران اس کا واضح احساس نہیں ہوتا کیونکہ تشبیہ تحریر پر غالب نہیں آتی بلکہ اس کی روانی میں اضافے اور حسن کا باعث بنتی ہے۔ "مکڑی کے جالے کی طرح وجود سے لپٹی یادیں" اور" مضبوط مشکی گھوڑے کی طرح بے باگ مگر رواں دواں" جیسی تشبیہات کہیں بھی کہانی پر غیر ضروری بوجھ نہیں بنتیں بلکہ کہانی اور اس میں موجود کرداروں کی کیفیات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طرح کہن سال انسان، فضائے بسیط، گجر دم نور کا تڑکا، فصل گل کی آمد، شاخ نور بہار، کپاس کی معصوم گڑیا، دھیان کا چرخہ اور شاخ گل سی نازک ڈال جیسی لفظیات و تراکیب نثر میں شاعری کا لطف دیتی ہیں۔

ناول "خواب گر" میں الطاف فاطمہ نے ماحول اور کردار کے مطابق انگریزی الفاظ کے ساتھ ساتھ مکمل انگریزی جملوں کو بھی برتا ہے تاکہ ناول کے کرداروں میں حقیقی رنگ بھرا جاسکے۔

چند مثالیں دیکھئے:

"ہائیں! ہائیں! بھائی رونی! کیا بات ہے؟ What'S wrong with you?"[۲۹]

"بیگم پلیز، ڈونٹ ٹرائی ٹو سپوائل دس چائلڈ اینڈ ہی از آل ریڈی سپوائلڈ، پور مسٹر ہسٹن۔"[۳۰]

کہانی کو سادہ اور قدرتی انداز میں بیان کرنا اور اس میں دلچسپی بھی برقرار رکھنا کسی بھی مصنف کی کامیابی سمجھی جاتی ہے اور الطاف فاطمہ نے اپنے ناولوں میں بلاشبہ یہ کامیابی حاصل کی ہے۔ ان کا اپنا ایک خاص، سیدھا سادہ اور صاف ستھرا اسلوب بیاں ہے جو ان کی ذات اور شخصیت کا آئینہ دار بھی ہے۔ الطاف فاطمہ سادہ اور سیدھی سادی خاتون ہیں تو انکی تحریروں میں بھی یہی رنگ جھلکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، ناول نگاری (لاہور: مکتبہ میری لائبریری)، نومبر، ۱۹۶۶ء، ۴۷۲

۲۔ الطاف فاطمہ، دستک نہ دو (لاہور: فیروز سنز، لمیٹڈ، تیرہویں اشاعت، ۲۰۱۲ء)، الف

۳۔ خالد اشرف، ڈاکٹر، برصغیر میں اردو ناول (دہلی: اردو مجلس، ۱۹۹۴ء)، ۱۳۹

۴۔ الطاف فاطمہ، چلتا مسافر (لاہور: جمہوری پبلیکشنز، ۲۰۱۶ء)، ۱۹۴

۵۔ ایضاً، ۲۸۳

۶۔ محمود الحسن، لکھن ہاری الطاف فاطمہ، گوشہ ادب (۳ نومبر، ۲۰۱۸ء)، www.humsab.com.net

۷۔ زاہدہ حنا (کالم) خوابوں کا تعاقب، روزنامہ ایکسپریس (انومبر، ۲۰۱۷ء)

۸۔ اے بی اشرف، ڈاکٹر، مسائل ادب، تنقید و تجزیہ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ۳۷۳

۹۔ الطاف فاطمہ، نشان محفل (لاہور: مکتبہ دارالبلاغ، س۔ن)، ۱۸۶

۱۰۔ جاوید اختر، ڈاکٹر، سید، اردو کی ناول نگار خواتین، ترقی پسند تحریک سے دور حاضر تک (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)، ۱۷۰

۱۱۔ الطاف فاطمہ، دستک نہ دو، ۱۵۰، ۱۴۹

۱۲۔ الطاف فاطمہ، چلتا مسافر، ۱۶

۱۳۔ ایضاً، ۷

۱۴۔ الطاف فاطمہ، خواب گر (لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ۳۲

۱۵۔ ایضاً، ۲۴۹

۱۶۔ الطاف فاطمہ، نشان محفل، ۸۵

۱۷۔ الطاف فاطمہ، دستک نہ دو، ۹

۱۸۔ ایضاً، ۵۸

۱۹۔ الطاف فاطمہ، چلتا مسافر، ۱۲۰

۲۰۔ الطاف فاطمہ، خواب گر، ۵۱

۲۱۔ ایضاً، ۱۲۶

۲۲۔ الطاف فاطمہ، نشان محفل، ۲۹۳

۲۳۔ ایضاً، ۲۰۹

۲۴۔ الطاف فاطمہ، دستک نہ دو، ۵۳۶،۵۳۷

۲۵۔ الطاف فاطمہ، چلتا مسافر، ۲۰۰

۲۶۔ ایضاً، ۲۰۴

۲۷۔ ایضاً، ۲۳۱

۲۸۔ ایضاً، ۲۲۳

۲۹۔ الطاف فاطمہ، خواب گر، ۱۳۰

۳۰۔ ایضاً، ۱۳۱